بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

خدارا مدارس عربیہ کو بازیچۂ اقتدار نہ بنائیں

پچھلی فرصت میں ہم نے مدارس عربیہ کے موجودہ نظام و نصاب اور اسکی آزادانہ حیثیت پر گفتگو کرتے ہوئے دین اور ملت کے بنیادی مفادات کی بناء پر مدارس عربیہ کو کسی بھی وقتی حکومت اور اقتدار کے عمل دخل سے آزاد رکھنے پر زور دیا تھا۔ اس کا مقصد یہی تھا کہ مدارس ان حکومتوں کے دریوزہ گر نہ بن کر رہ جائیں جو وقت اور حالات کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہیں اور کوئی ضمانت نہیں دے سکتا کہ کسی وقت کرسیٔ اقتدار پر ایسے لوگ فائز نہ ہوں گے جو مدارس دینیہ اور علوم اسلامیہ کے ان سرچشموں کو اپنے سیاسی نظریات و اغراض اور مفادات کے تابع ہونے پر مجبور نہ کریں۔ یہ مدارس حریت فکر اور اللہ کے بھروسہ پر کلمہ حق اور پرچم حق بلند رکھنے کے مراکز ہیں اگر وہ ارباب اقتدار کے ہاتھ کی چھڑی اور جیب کی گھڑی بن کر رہ جائیں تو انسانیت کی رہنمائی اور رواں دواں زندگی کی قیادت و ہدایت کا سارا رہا سہا کام درہم برہم ہو کر رہ جائے ہو سکتا ہے کہ آج کوئی صالح قیادت اور مؤمن حکومت مخلصانہ اور خیر خواہانہ ارادوں کے ساتھ مدارسِ عربیہ کے حریم قدس میں داخل ہو جائے مگر ایک بار دروازہ کھل جانے کے بعد کسی بھی حکومت و اقتدار کو اس حریم کے توڑ پھوڑ اور اس کی حرمت کی پائمالی سے روکا نہیں جا سکے گا، جن ممالک اسلامیہ میں یہ احترام و تقدس ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ اور مدارس عربیہ بھی لیلائے اقتدار کی جبہ سائی پر مجبور کئے گئے، وہاں مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی پائمالی کیسے کیسے طریقوں سے ہوئی۔ برصغیر کی دینی حالت اور علمی تشخص اور حریت فکر کا نقشہ اگر مصر و شام اور عراق و افغانستان کے مستبدانہ لادینی نقشوں کی طرح نہیں تو یہ انہی بے بس اور پراگندہ حال مدارس عربیہ کا صدقہ ہے جو

ما ہیچ نداریم غم ہیچ نداریم　　دستار نہ داریم غم پیچ نہ داریم

کے مصداق ہر غم دزد و کالا سے بے نیاز اپنے گلیم فقر کے سامنے شاہان کجکلاہ کی شوکت و سطوت کو ہیچ سمجھتے تھے، برصغیر میں ان مدارس عربیہ کا علمی قبلہ و کعبہ دارالعلوم دیوبند ہے جو نہ صرف ان مدارس کا مرکز و محور اور مصدر و منبع بلکہ برصغیر کے تمام دینی دعوتی، علمی، ملی اور سیاسی سرگرمیوں کے لئے قطب الرحیٰ کی حیثیت رکھتا ہے —— (یہ عقیدت اور مبالغہ نہیں بلکہ بعض اصحاب فراست کی ایسی مکاشفانہ انکشاف حقیقت ہے جسکی صداقت پر کوئی بھی بے لاگ تحقیق و تنقید بہر تصدیق ثبت کر سکتی ہے۔) اس سرچشمۂ علم کے معرفت آگاہ بانی حضرت مولانا

محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز کی اہم وصیت جو مدارس کے لئے پالیسی کے رہنما اصول (LEGAL FRAME WORK) کی حیثیت رکھتی ہے میں مدارس عربیہ کی اسی بے سروسامانی اور اسے کسی بھی حکومت وقت اور امارت و دولت کے سہاروں سے آزاد رکھنے پر زور دیا گیا ہے بصورت دیگر اعتماد و توکل علی اللہ کا سرمایہ ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ اور نتیجۃً خدا کی غیبی دستگیری اور رہنمائی کی پونجی بھی ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ دراصل مولانا نانوتویؒ مدارس کو اسلامی معاشرہ اور عامۃ المسلمین سے اور مسلمانوں کو مدارسِ عربیہ سے ایسے اٹوٹ رشتوں کے ساتھ وابستہ اور مربوط کرنا چاہتے ہیں کہ کسی بھی ایک کو دوسرے سے بے نیازی نہ رہے، یہ مدارس انسانی زندگی اور خدا و رسول اور قرآن و سنّت کے درمیان ایک پاور ہاؤس اور ٹرانسفارمر کی حیثیت رکھتے ہیں جن کا ایک سرا صاحب گنبدِ خضراء علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ سے وابستہ ہے۔ تو دوسرا سرا مسلمانوں کے معاشرہ پوری انسانیت اور انسانی زندگی کے ساتھ، مدارس سے عام مسلمانوں کے امداد و تعلق و ارتباط کا یہ سلسلہ سرکاری سرپرستی اور امراء و حکام کے تکفل کی صورت میں ہرگز باقی نہ رہ سکے گا ان مدارس نے مدرسین راسخین بھی معاشرہ کو دیئے تو ہزار ہا ہزار مصنّفین اور محققین بھی یہی مدارس عام مسلمانوں کی دعوت و تبلیغ وعظ و تقریر امامت و خطابت کی ضرورت بھی پوری کرتے رہے تو استفتاء اور افتاء کی صورت میں لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کی گھر بیٹھے دینی و علمی اور قانونی رہنمائی بھی ہوتی رہی یہیں سے مردہ دلوں کی کھیتوں کی دین و ایمان کی سرسبزی اور شادابی کا انتظام مشائخ تصوف و سلوک اور مرشدین رشد و اصلاح کی شکل میں ہوتا رہا عام لٹریچر کے علاوہ صحافت کے میدان میں دینی رسائل و مجلات اخبارات و مقالات کے ذریعہ عظیم الشان خدمات ہوتی رہیں، سیاسی میدان میں ملتِ مسلمہ کو امارت و سیادت اور بہترین مدبرانہ قیادت جو مدارس نے ہر دور میں فراہم کی اس کا موازنہ عصری تعلیم گاہوں سے کیجئے تو واضح فرق محسوس ہو جائے گا۔ پھر یہ سب کچھ مدارس میں کفاف و کفالت کے ان آخری شکلوں میں کیا گیا جن کا تصور بھی اقتصادیات کے ماہرین نہیں کر سکتے۔

آج کے کسی بڑے سے بڑے مدرسے اور دارالعلوم کے اخراجات کا موازنہ کسی چھوٹے سے چھوٹے کالج کے طول طویل اخراجات اور شاہانہ مشاہرات سے کر لیجئے تو ایک اور دس کی نسبت بھی کم ہوگی، میرے خیال میں پورے پاکستان کے سینکڑوں ہزاروں مدارس مکاتب اور ایسے دارالعلوم جو اپنے وسعتِ کار میں جامعات اور یونیورسٹیوں کے برابر ہیں ان کے تمام تعلیمی انتظامی اور تعمیراتی اخراجات کا تخمینہ ایک کروڑ تک بھی نہیں پہنچ سکے گا، دوسری طرف عصری تعلیم گاہوں کے شاہانہ مسرفانہ اخراجات تعیشات۔ فلک بوس عمارات ہزار ہا ہزار کے گریڈ اور مشاہرے فردوسی اقامت خانے اور طرح طرح کے ہال اور تفریح گاہیں اور ان پر اٹھنے والے قوم کے خون پسینہ سے جمع کئے گئے اخراجات کا تخمینہ اربوں سے متجاوز ہو رہا ہے۔

ان مدارس عربیہ سے اگر اخلاص و ایثار زہد و قناعت۔ کفایت شعاری اور سادگی کا سرمایہ بھی لوٹ لیا گیا تو

موجودہ مدارس کے اخراجات ایک کروڑ تو کیا بلا مبالغہ سو کروڑ میں بھی پورے نہ ہوسکیں گے جبکہ یہ مدارس اپنے پڑھنے والوں کو قیام وطعام علاج معالجہ روشنی کتابوں وغیرہ کی تمام سہولتیں بھی مذکورہ تخمینہ میں فراہم کرتے ہیں اور عصری تعلیم گاہیں ہر طالب العلم سے سینکڑوں ہزاروں کی فیسیں بھی وصول کرتی ہیں۔ الغرض دینی تعلیم وتعلم اور مسلمانوں کی دینی قیادت اور ضروریات کی تکمیل کا بنیادی کام انہی بے سروسامان مدارس سے پورا ہو رہا ہے۔ جو مسلمانوں کی صدقات وعطیات اور پرخلوص تعاون سے چل رہے ہیں جبکہ حکومت کے رحم وکرم پر رہ جانے کی صورت میں یہ مدارس عام معاونین کے مومنانہ تعلق اور اعتماد ومحبت سے بھی لازماً محروم ہوں گے۔ اور دوسری طرف اقتدار کی چوکھٹ پر اپنی ضروریات کا کاسہ گدائی پھراتے پھراتے مدارس عربیہ سے وابستہ اہلِ علم عزتِ نفس، حریتِ فکر، اصابتِ رائے کی پونجی بھی لٹا دیں گے یا پھر ہاتھ توڑ کر بیٹھ جائیں گے۔

حکومت کیطرف سے اسلامی اصلاحات کے ضمن میں نظام عشر و زکوٰۃ کے اجراء و نفاذ کے جتنے بھی بہتر پہلو سامنے آسکیں اتنا ہی یہ اقدامات لائق تحسین و تبریک ہوں گے مگر خیر کے اس پہلو کے ساتھ مدارس عربیہ کے حق میں شر کا ایک پہلو بھی ہے کہ یہ موجودہ نظام مسلمانوں کے صدقات واجبہ عشر و زکوٰۃ سے چل رہا ہے۔ اور جب رضا یا بالجبر دونوں صورتوں سے زکوٰۃ کی مستحق حکومت قرار پائے گی تو ان مدارس کی ضروریات پوری ہونے کی کیا صورت ہوگی اگر مدارس عربیہ کو چار و ناچار سرکاری خزانہ اور بیت المال سے وابستہ کر دیا جاتا ہے تو وہی بات ہوگی کہ مدارس اپنی آزادی کو برقرار نہ رکھ سکیں گے۔ اور جس صورت میں اوقاف کی مساجد کا حال ہے کہ کسی ایک ایک بلب اور رسی و ڈول تک کیلئے دفاتر کے چکر کاٹنے پڑتے ہیں یا دوسری صورت یہ ہوگی کہ مدارس عربیہ کو سرکاری مدات سے آزاد مسلمانوں کے اپنے اعتماد وتعلق پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ کسی مدرسہ کو ہر طرح پرکھ کر اعتماد کی بناء پر زکوٰۃ اور عشر اور عطیات سے چلا سکیں گے۔ اور حکومت چاہے تو ان مدارس کی تمام مدات آمد و خرچ کا سختی سے احتساب کر سکے۔

بہرحال یہ سب مشکلات مدارس عربیہ کے ارباب حل وعقد وفاق المدارس اور اسلامی و علمی حلقوں کے بروقت غور وفکر کی مستحق ہیں ورنہ خدانخواستہ خطرہ ہے کہ ملت کے حق میں کسی بہتری کی توقع وامید پر ایک آزمایا ہوا تعلیمی و دینی نظام بھی افراتفری اور ابتری کا شکار نہ ہو کر رہ جائے۔ اور یہ ملت مسلمہ کے لئے کسی طور پر بھی بہتر نہیں ہوگا۔ ولا نعلمہا اللہ۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

سمیع الحق